عبداللہ دریائی
ایک نام کے دو مختلف انسانوں
کی
عجیب و غریب کہانی

عبداللہ دریائی

رفیع الزّماں زبیری

مسعود احمد برکاتی

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

عبداللہ دریائی

کسی زمانے کا ذکر ہے کہ سمندر کے کنارے ایک شہر میں ایک ماہی گیر اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اُس کا نام عبداللہ تھا۔ ماہی گیر بہت غریب تھا۔ اُس کے نو بچّے تھے۔ وہ روز سمندر سے ایک دو مچھلیاں پکڑتا اور بازار میں بیچتا مگر گُزر بسر مُشکل سے ہوتی تھی۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ کئی دِن تک اُسے کوئی مچھلی نہ ملی۔ وہ صُبح سویرے سمندر کے کنارے

جاتا، جال ڈالتا، گھنٹوں انتظار کرتا اور پھر شام کو خالی ہاتھ گھر واپس آجاتا۔ بیوی بچّے بھوکے سوتے۔

ایک دِن وہ اِسی طرح تھکا ہارا، خالی ہاتھ گھر واپس جا رہا تھا کہ راستے میں ایک نانبائی کی دُکان نظر آئی۔ تازہ گرم گرم روٹیاں بن رہی تھیں۔ بے چارہ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ نانبائی کی نظر اُس پر پڑی۔ نانبائی اُس کو پہچانتا تھا۔ عبداللہ کے چہرے کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ اُسے روٹی چاہیے لیکن اُس کے پاس پیسے نہیں کہ خریدے۔ وہ دُکان سے باہر آگیا اور کہنے لگا:

”عبداللہ! تُم اندر کیوں نہیں آجاتے۔ تمہیں روٹیاں چاہیں تو لے جاؤ۔“

عبداللہ بولا: ”میرے بھائی، تمہارا شکریہ مگر روٹیوں کے لیے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔“

نانبائی کہنے لگا: "کوئی بات نہیں۔ تُم روٹیاں لے جاؤ۔ پیسے بعد میں دے دینا۔"

عبداللہ نے نانبائی کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اور اپنی بیوی بچّوں کے لیے روٹیاں لے گیا۔

اب وہ روز نیک دِل نانبائی کے ہاں سے روٹی لے جاتا اور اس سے وہ اور اُس کے بیوی بچّے پیٹ بھر لیتے۔ اِس طرح چالیس دِن گُزر گئے۔ عبد اللہ کو شرم آتی۔ وہ دِل میں سوچتا کہ اِس طرح کیسے گُزر ہو گی۔ میں روز سمندر پر جاتا ہوں جال ڈالتا ہوں مگر ایک مچھلی تک ہاتھ نہیں آتی کہ اُسے بیچوں اور کُچھ پیسے ملیں۔ سمندر میں مچھلیوں کی کمی نہیں۔ نا جانے کیا وجہ ہے کہ میرے جال میں کوئی مچھلی نہیں آتی۔

ایک دِن وہ یہی سوچتا ہوا معمول کے مطابق صُبح سویرے سمندر پر گیا اور

جال ڈالا۔ وہ بہت غمگین تھا اور نااُمّید کہ روز کی طرح آج بھی اُسے ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑے گا۔ اچانک جال میں حرکت ہوئی۔ جیسے اُس میں کوئی مچھلی پھنس گئی ہو۔ عبداللہ نے جال کھینچا تو وہ بہت بھاری لگا۔ عبداللہ خوش ہوگیا کہ آج قسمت نے یاوری کی اور کوئی بہت بڑی مچھلی ہاتھ آئے گی۔

عبداللہ نے بہت زور لگا کر جب جال کھینچا اور وہ باہر آیا تو وہ حیران رہ گیا اور گھبرا بھی گیا۔ اُس کے جال میں ایک عجیب مخلوق تھی۔ اُس کا سر اور جسم تو انسان کی طرح تھا لیکن اُس کی دُم مچھلی کی مانند تھی۔ وہ انسانوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے عبداللہ سے کہا: "خُدا کے لیے مُجھے چھوڑ دو۔ مُجھے جال سے آزاد کر دو۔"

عبداللہ نے پوچھا: "تُم کون ہو اور تمہیں اِس سمندر میں کس نے ڈالا ہے؟"

اس مچھلی نما انسان نے جواب دیا: "میرا نام عبداللہ دریائی ہے۔ مُجھے کسی نے سمندر میں نہیں ڈالا۔ میں سمندر ہی میں رہتا ہوں۔"

ماہی گیر حیران ہو کر بولا: "عجیب بات ہے۔ میرا نام بھی عبداللہ ہے۔ خیر میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ جاؤ سمندر میں واپس چلے جاؤ۔"

اُس نے جال ڈھیلا کر دیا اور عبداللہ دریائی آزاد ہو گیا۔ وہ کہنے لگا: "عبداللہ زمینی، تُم بڑے نیک آدمی ہو۔ ذرا دیر یہاں ٹھیرو۔"

عبداللہ دریائی نے سمندر میں غوطہ لگایا اور غائب ہو گیا۔ کُچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں بہت سے ہیرے اور موتی تھے۔ یہ اُس نے ماہی گیر کو دیتے ہوئے کہا: "یہ تھوڑے سے ہیرے اور موتی ہیں۔ تُم لے لو۔ میرے پاس تھیلا نہیں تھا ورنہ میں اور لے آتا۔"

عبداللہ ہیرے اور موتی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہنے لگا: "یہ کیسا معجزہ ہے۔ میں نے ایسے موتی تو کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ عبداللہ دریائی تمہارا بہت بہت شکریہ۔۔"

عبداللہ دریائی سمندر میں واپس چلا گیا اور ماہی گیر عبداللہ زمینی وہ موتی اور ہیرے اپنی مُٹھّی میں دبا کر دوڑتا ہوا نانبائی کی دُکان پر پہنچا۔ اُس نے نانبائی کے سامنے اپنی مُٹھّی کھولی اور بولا: "اللہ نے آخر میری سُن لی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ اُس نے یہ دولت مُجھے عطا کی ہے۔ تُم نے مُصیبت کے وقت اللہ واسطے میری مدد کی۔ لو اِن موتیوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں وہ لے لو۔

اُس رات عبداللہ کے دستر خوان پر نانبائی کی خالی روٹی نہیں تھی، بہت سے دوسرے کھانے بھی تھے جن میں گوشت، مچھلی، اچار، چٹنیاں، شیر

مال اور پھل شامل تھے۔

دوسرے دِن صُبح سورج نکلنے سے پہلے عبداللہ نے ایک ٹوکری اُٹھائی اور بازار جا کر اُسے طرح طرح کے پھلوں اور میوؤں سے بھر لیا۔ پھر وہ سمندر کی طرف چل دیا تاکہ عبداللہ دریائی کے تحفے کے بدلے میں اُسے پھلوں کا تحفہ پیش کرے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شُکر ادا کرے۔

جب ماہی گیر سمندر کے کنارے پہنچا تو اونچی آواز سے پکارا:

"عبداللہ! عبداللہ دریائی! عبداللہ!"

ماہی گیر کی آواز سُن کر عبداللہ دریائی نے سمندر میں سے سر باہر نکالا اور ماہی گیر کو دیکھ کر بولا:

"کیوں بھائی عبداللہ زمینی کیا بات ہے؟"

عبد اللہ نے پھلوں کی ٹوکری اُس کی طرف بڑھائی اور کہنے لگا : "لو یہ میں تمہارے لیے پھل لایا ہوں ۔"

عبد اللہ دریائی نے پھلوں سے بھری ٹوکری ہاتھوں میں اُٹھا لی اور دیکھنے لگا : "واہ کیا عمدہ تازہ پھل ہیں ۔ ناشپاتی، انگور، سیب ۔ کیا خوب صورت اور محبّت بھرا تحفہ ہے ۔ بہت بہت شکریہ میرے دوست ۔" وہ بولا اور پھر کہنے لگا : "عبد اللہ مُجھے معلوم ہے تم کتنے پریشان رہے ہو۔ کُچھ دیر یہاں ٹھہرو اور میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں ۔"

عبد اللہ دریائی پھلوں کی ٹوکری لے کر پانی کے اندر چلا گیا۔ کُچھ دیر جب وہ واپس آیا تو یہ ٹوکری موتیوں سے بھری ہوئی تھی ۔ اُس نے ٹوکری عبد اللہ زمینی کو دیتے ہوئے کہا : "میرے بھائی، یہ پتھرّ میری طرف سے قبول کرو۔ یہ سب تمہارے لیے ہیں ۔ اُنھیں لے جاؤ۔"

عبد اللہ زمینی نے ٹوکری میں بھرے موتیوں پر نگاہ ڈالی اور کہنے لگا :

"ارے ، یہ تو بہت زیادہ ہیں۔"

عبداللہ دریائی بولا : "میرے پاس ایسے اور بھی بہت موتی ہیں۔ یہ تُم لے جاؤاوراپنی ضرورتیں پوری کرو۔"

عبداللہ زمینی نے اپنے ہم نام سمندری دوست کا تحفہ خوش خوش قبول کر لیا۔ راستے میں اس نے نیک دِل نانبائی کو تین مُٹّھیاں بھر کے موتی دیے اورباقی گھر لے گیا۔

کُچھ عرصہ گُزر گیا تو ماہی گیر عبداللہ زمینی کو گھر کے خرچ کے لیے کُچھ رقم کی ضرورت ہوئی۔ وہ ایک موتی لے کر ایک جوہری کی دُکان پر گیا کہ اُسے فروخت کر کے رقم حاصل کرے۔ جوہری بڑا لالچی تھا۔ اُس نے ایسا خوب صورت اور قیمتی موتی دیکھا تو حیران ہوا۔ عبداللہ سے پوچھنے لگا کہ کیا

اُس کے پاس اور بھی موتی ہیں ؟ عبداللہ صاف اور سچّا آدمی تھا۔ اُس نے کہا : "ہاں میرے پاس ایسے کئی موتی ہیں۔ "لالچی جوہری نے عبداللہ سے تو کُچھ نہ کہا۔ شور مچانا شروع کردیا : "ارے لوگو! اِس کو پکڑلو۔ یہی وہ شخص ہے جس نے ملکہ کے موتی چرائے ہیں۔"

عبداللہ اُس کی اس حرکت سے پریشان ہوگیا مگر اِس سے پہلے کہ وہ کُچھ کہتا لوگوں نے اُسے پکڑلیا اور اُس کے ہاتھ باندھ کر اُسے کھینچتے ہوئے بادشاہ کے محل کی طرف چل پڑے۔ لالچی اور بے ایمان جوہری عبداللہ کی رسّی پکڑے آگے آگے تھا۔

بادشاہ کے سامنے پہنچ کر جوہری نے بڑے فاتحانہ انداز میں کہا : "عالی جاہ! ہم چور کو پکڑلائے ہیں۔"

بادشاہ نے حیران ہوکر پوچھا : "کیسا چور؟"

جوہری بولا: "حضور وہی چور جس نے ملکہ کے موتی چرائے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "کیا؟ ملکہ کے موتی چوری ہو گئے ہیں۔ ہمیں تو اِس کی کوئی خبر نہیں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

جوہری بولا: "عالی جاہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے۔ ملکہ کے موتی اور اُن کا قیمتی اور خوب صورت ہار چوری ہو گیا ہے۔"

بادشاہ نے اپنے وزیر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: "کیا یہ سچ ہے کہ ملکہ کا قیمتی ہار چوری ہو گیا ہے؟" پھر غلام سے بولا: "جاؤ۔ ملکہ کو بُلا کر لاؤ۔"

ملکہ کو خبر ہوئی تو وہ آئی اور بولی: "جہاں پناہ! آپ نے مُجھے طلب کیا ہے؟" بادشاہ نے کہا: "ہاں میں نے سُنا ہے کہ تمہارا ہار اور موتی چوری ہو گئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

ملکہ نے جواب دیا : "جہاں پناہ! وہ تو مل بھی گئے۔ میں کہیں رکھ کر بھول گئی تھی۔"

بادشاہ نے کہا : "بہت خوب۔" پھر وہ جوہری سے بولا : "اب سچ سچ بتاؤ یہ کون شخص ہے اور یہ معاملہ کیا ہے۔"

جوہری نے بادشاہ کو وہ موتی دکھایا جو عبداللہ زمینی اُس کے پاس بیچنے کے لیے لایا تھا۔ بادشاہ نے موتی کو دیکھا تو وہ بہت قیمتی تھا۔ اس نے عبداللہ سے پوچھا : "اے ماہی گیر! سچ سچ بتا یہ موتی تیرے پاس کہاں سے آیا؟"

عبداللہ بولا : "عالی جاہ، میں آپ کے قربان جاؤں، میرا ایک دوست ہے جس نے مُجھے ایسے موتیوں سے بھری ایک ٹوکری لا کر دی ہے۔"

بادشاہ کو وہ موتی بہت پسند آیا تھا۔ اُس کے دِل میں یہ لالچ آیا کہ کسی طرح

یہ موتی اُس سے حاصل کیے جائیں۔ وہ عبداللہ سے کہنے لگا: "تُم اِس قابل ہو کہ میرے مصاحبوں میں شامل ہو۔ کیا تُم میرے وزیر بنو گے؟"

عبداللہ نے کُچھ دیر سوچا اور دِل میں کہا: "بادشاہ کا وزیر بنا تو بڑی عزّت کی بات ہے لیکن دربار میں رہ کر میں خُدا کو بھول جاؤں گا۔"

پھر وہ کُچھ سوچ کر بولا: "عالی جاہ! میرے لیے اِس سے بڑی اور کیا بات ہو گی کہ میں آپ کا وزیر بن جاؤں۔"

اب بادشاہ نے جوہری کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: "تُو نے جھوٹ بولا ہے۔ اِس بھلے آدمی پر غلط الزام لگایا ہے۔ اِس کی سزا تُجھے ضرور ملے گی۔" پھر ایک سپاہی کو حُکم دیا کہ جوہری کے کوڑے لگائے۔

کُچھ دِن بعد عبداللہ زمینی بادشاہ کا وزیر مقرّر ہو گیا اور وہ اُس کی بیوی بچّے بھی

بادشاہ کے محل میں رہنے لگے۔

وقت کے ساتھ ساتھ عبداللہ نے اپنی پچھلی زندگی بھلادی تھی اور بادشاہ کی خدمت میں لگ گیا تھا۔ اس کی کوششوں سے بادشاہ کے خزانے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سے بہت خوش تھا اور اس پر پورا بھروسہ کرنے لگا تھا۔ عبداللہ کے بڑے لڑکے اور بادشاہ کی شہزادی میں بڑی دوستی ہوگئی۔ وہ دونوں ایک ساتھ محل کے باغ میں گھومتے رہتے تھے۔ بادشاہ اور عبداللہ دونوں چاہتے تھے کہ اُن کی آپس میں شادی ہوجائے۔

اِس عزّت اور مرتبہ کے باوجود جو عبداللہ زمینی کو شاہی دربار میں حاصل تھا اُس نے اپنے سمندری دوست کو بھلایا نہیں تھا۔ وہ روز صُبح کو سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے سمندر پر جاتا اور پھلوں سے بھری ایک ٹوکری اس کے لیے لیے جاتا۔ وہ سمندر کے کنارے پہنچ کر آواز دیتا اور عبداللہ دریائی

اُس کی آواز سُن کر سطح پر آ جاتا۔ دونوں ایک دوسرے سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے اور پھر جب سورج نکلنے لگتا تو عبداللہ دریائی اُسے خُدا حافظ کہہ کر پانی میں چلا جاتا اور عبداللہ زمینی واپس آ جاتا۔

ایک دِن اس طرح باتیں کرتے ہوئے عبداللہ دریائی نے عبداللہ زمینی سے پوچھا: "کیا یہ سچ ہے کہ تُم بادشاہ کے وزیر اور اُس کے دوست بن گئے ہو؟"

عبداللہ نے جواب دیا: "ہاں۔ بادشاہ بہت خوش اخلاق ہے۔ مُجھے اُمّید ہے کہ تُم کسی دِن اُس کے محل میں آؤ گے اور اُس سے مل کر خوش ہو گے۔"

عبداللہ دریائی بولا: "یہ مُمکن نہیں ہے۔ میں پانی سے باہر خُشکی پر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

پھر وہ کہنے لگا: ”میرے دوست تُم بادشاہ کی ظاہری حالت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ وہ بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح لوگوں کی دولت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اُس کے خزانے اور عیش میں کوئی کمی نہ ہو۔ تمہارے ساتھ وہ اِس لیے مہربانی سے پیش آتا ہے کہ وہ تمہاری دولت ہتھیانے کی فکر میں ہے۔ لہٰذا اُس کا خیال چھوڑو اور میرے ساتھ سمندر میں رہو۔“

عبداللہ زمینی بولا: ”میں سمندر میں کیسے رہ سکتا ہوں۔ میں ڈوب جاؤں گا اور مر جاؤں گا۔“

عبداللہ دریائی نے کہا: ”تُم سمندر میں نہیں ڈوبو گے۔ میرے پاس ایک تیل ہے جسے اگر جسم پر مل دیا جائے تو زمین پر رہنے والے انسان سمندر میں تیر سکتے ہیں، اُس کی تہہ میں سو سکتے ہیں، چل پھر سکتے ہیں۔ کھانا کھا سکتے ہیں۔ بالکل اِس طرح رہ سکتے ہیں جیسے زمین پر رہتے تھے۔“

عبداللہ زمینی بولا: "اچھا اگر ایسا ہے تو میں تمہارے ساتھ چل کر دیکھوں گا۔"

عبداللہ دریائی نے اپنے دوست کو رضامند دیکھا تو کہنے لگا: "تُم کُچھ دیر یہاں ٹھہرو، میں وہ تیل لے کر آتا ہوں۔ مُجھے ڈھونڈنا پڑے گا۔ میں نے شاید اُسے سبز کشتی کے قریب رکھا تھا، نہیں نہیں سمندری ستارے کے پیچھے یا شاید دریائی سانپوں کے گھر میں صندوقچے کے اندر۔ تُم ٹھہرو۔ میں لے کر آتا ہوں۔" عبداللہ دریائی یہ کہہ کر پانی میں غائب ہوگیا۔

عبداللہ اُس کا انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ سمندر کی گہرائی کا سفر کتنا عجیب ہو گا۔ طرح طرح کی خوب صورت مچھلیاں نظر آئیں گی۔ بہت مزا آئے گا لیکن کہیں میں سمندر میں ڈوب ہی نہ جاؤں۔

اُسے یُوں سوچتے ہوئے کُچھ ہی دیر گُزری تھی کہ اس کے سمندری دوست

نے اپنا سر پانی سے باہر نکالا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک خوب صورت سی شیشی تھی۔ وہ اُس نے عبداللہ زمینی کو دیتے ہوئے کہا: "لو، اِس تیل کو اپنے بدن پر اچھّی طرح مل لو۔ میرا ہاتھ پکڑو اور بغیر کسی خوف کے سمندر میں کود جاؤ۔"

عبداللہ نے تیل اپنے بدن پر مل لیا اور اپنے سمندری دوست کا ہاتھ پکڑ کر پانی میں کود گیا۔ وہ آسانی سے تیرتا ہوا کُچھ ہی دیر میں سمندر کی تہہ میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک نئی دُنیا آباد تھی۔ دریائی انسانوں کے علاوہ طرح طرح کی خوب صورت مچھلیاں آبی ستارے مختلف قسم کے آبی پودے اور عمارتیں تھیں۔ ہر طرف خاموشی تھی اور ہر چیز روشن۔ دریائی انسانوں کے گھر چٹّانوں کو کاٹ کر بنائے گئے تھے۔

عبداللہ زمینی کو آبی مخلوق کے بادشاہ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ بادشاہ بھی

عجیب و غریب مخلوق تھی جس نے اپنا جسم موتیوں اور جواہرات سے سجا رکھا تھا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ ایک زمینی مخلوق دریا کی تہہ میں چل رہی ہے تو وہ قہقہے لگانے لگا۔ اُس کے درباری بھی ہنسنے لگے کیوں کہ اُنھوں نے کبھی کسی انسان کو نہیں دیکھا تھا۔ بادشاہ کہنے لگا: "ارے یہ انسان کیسا عجیب ہے۔ دیکھو تو یہ اپنے نچلے ہاتھوں پر کسی طرح چل رہا ہے۔ اُس کی تو دُم بھی نہیں ہے۔"

عبداللہ زمینی کو بادشاہ کا اِس طرح ہنسنا اور اُس کے جسم کا مذاق اُڑانا اچھّا نہیں لگا۔ وہ بادشاہ سے بولا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مُجھے دیکھ کر آپ کو ہنسی کیوں آرہی ہے۔ آپ جس چیز کو میرے نچلے ہاتھ سمجھ رہے ہیں وہ میرے پاؤں ہیں۔ زمیں پر بسنے والے تمام انسانوں کے ہوتے ہیں۔ آپ سمندر میں رہتے ہیں اللہ نے آپ کا جسم اُس کے مطابق بنایا ہے۔

میں زمین پر رہتا ہوں میرا جسم اُس کے مطابق ہے۔ اس میں ہنسنے اور مذاق اُڑانے کی کیا بات ہے۔ آپ کے دُم ہے۔ اُس میں آپ کی خوب صورتی ہے۔ میرے دُم ہوتی تو میں تماشا لگتا۔"

عبداللہ دریائی کو اپنے بادشاہ اور درباریوں کا اپنے زمینی دوست کا مذاق اُڑانا اور ہنسنا بہت بُرا لگا۔ وہ شرمندہ ہو کر عبداللہ زمینی سے کہنے لگا۔ "چلو، دوست اب واپس چلتے ہیں۔"

جب دونوں دوست سمندر کی سطح پر پہنچے تو عبداللہ دریائی نے بہت رنج اور افسوس کے ساتھ عبداللہ زمینی سے کہا: "میرے اچھّے دوست! اب تُم اپنی دُنیا میں واپس جاؤ۔ میں سمندر میں اپنی دُنیا میں واپس جا رہا ہوں۔ آج کے بعد ہم پھر کبھی نہیں مل سکیں گے۔"

عبداللہ زمینی نے حیرت سے پوچھا: "وہ کیوں؟"

عبداللہ دریائی بولا: "میرے بادشاہ اور اُس کے درباریوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس نے مُجھے شرمندہ کر دیا ہے۔ مُجھے اب سے اُن کے ساتھ رہنا گوارا نہیں۔ میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ اِن سے الگ رہ کر زندگی گزاروں گا۔"

عبداللہ زمینی بولا: "اگر یہ بات ہے تو آؤ ہم دونوں یہاں زمین پر ساتھ رہیں گے۔ تُم میرے بہت اچھّے دوست ہو۔ میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

عبداللہ دریائی نے جواب دیا: "نہیں۔ میرے دوست یہ مُمکن نہیں۔ میں سمندر کی مخلوق ہوں۔ سمندر ہی میں رہ سکتا۔ تُم اپنے بادشاہ اور بیوی بچّوں کے پاس جاؤ۔ خُدا حافظ۔"

یہ کہہ کر عبداللہ دریائی نے سمندر میں غوطہ لگایا اور غائب ہو گیا۔

پھر اِس کے بعد وہ کبھی ساحل پر نہیں آیا لیکن عبداللہ زمینی اُسے بھولا نہیں۔ وہ روزانہ صُبح کو پھلوں کی ٹوکری لے کر ساحل پر جاتا۔ عبداللہ دریائی کو آواز دیتا، کُچھ دیر وہاں بیٹھ کر اُس کا انتظار کرتا اور پھر جب وہ نہ آتا تو خاموشی سے واپس چلا آتا۔"

ختم شُد